© rasailojaraid.com

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا طریقِ تعلیم

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ☆

Imam Abu Hanifa was very generous. He used to take care of his students. He used to ask about acting upon knowledge. In his teaching circle every one was allowed to talk and ask questions freely. Shibli Nu 'mani wrote that he solved 12 lac problems of people. He used to answer the people according to the Quran and Sunnah. He did not bother about analogy when compared with Hadith of Holy Prophet (p.b.u.h). He was originator of Hanfi school of thought of Fiqh. He used psychological method to educate his students. He used to save his students from pride. He used to respect his teachers very much. He used to advise his students to behave according to the occasion and asked them to be very patient and very bearing about the problems of people. He asked them to be very patient and perpetual. He advised them to have courage to listen opposite opinions of opponents. He used to advise them not to have relations with rulers.

دورِ نبوی میں دینی احکام کا دار و مدار وحی الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر تھا اور اس عہد چند میں صحابہ اہل فتویٰ تھے۔ صحابہ اور تابعین کے دور میں علماء شریعت حجاز، شام، مصر، عراق اور دوسرے کئی مقامات پر چلے گئے ان کے اصول فقہ و فتویٰ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف تھے۔ ان میں علماء حجاز حدیث، سند و متن میں معتبر تھے اور ان میں بڑے بڑے آئمہ حدیث پیدا ہوئے۔ ان کے سرخیل امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) تھے جنہوں نے مدینہ منورہ میں اپنی کتاب فقہی ترتیب و تبویب کے ساتھ مدون کی جو "مؤطا امام مالک" کے نام سے مشہور ہوئی اور اپنے حلقہ اثر کی ترجمان بن گئی۔

ان کے مقابل عراق کے علماء حدیث تھے جو حدیث کی ترتیب و تدوین میں شدت سے کام لیتے اور بہت احتیاط برتتے۔ اس احتیاط کے طور پر فتویٰ میں قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی بجائے نسبت اپنی طرف کرتے تاکہ کوئی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے فرمائی نہ ہو۔

☆ ڈائریکٹر، سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس جماعت کے سرخیل حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (م ۱۵۰ھ) تھے جنہوں نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فقہ اور اصول فقہ کو باقاعدہ مرتب کیا۔

ان دو آئمہ کے علاوہ علماء حجاز میں حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) مشہور تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اساتذہ حدیث کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ سے بھی علم حاصل کیا۔ خاص طور پر امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) سے بہت زیادہ پڑھا۔ علوم دینی کے دونوں مراکز یعنی حجاز اور عراق سے علم حاصل کرنے کی وجہ سے آپ نے دونوں کے طرز تفقہ میں درمیانی راہ پیدا کی اور ایسی فقہ مدون کی جس میں حدیث اور رائے کا توازن برقرار رکھا۔

ان کے علاوہ بغداد میں امام احمد بن حنبل شیبانیؒ (م ۲۴۱ھ) نے اہلِ حجاز کے ساتھ علمی وابستگی رکھی اور ایسا مسلک رائج کیا جس کی بنیاد زیادہ تر حدیث کے الفاظ و معانی پر تھی مگر اس میں اتنا غلو نہ تھا جتنا امام داؤد ظاہریؒ (م ۲۷۰ھ) نے کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے اقوال اور فتاویٰ کو ان کے شاگرد الخلال نے ''الجامع الکبیر'' کے نام سے جمع کیا۔ ان چاروں فقہی مذاہب سے پہلے ہر شہر کے لوگ مقامی مفتی و فقیہ کا اتباع کرتے تھے۔ چنانچہ کئی فقہا کی فقہیں رائج تھیں۔ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، امام حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) اور امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کے فقہی مذاہب پر عمل ہوتا تھا مگر یہ تینوں مسالک تیسری صدی تک ختم ہو گئے۔ اسی طرح امام ابوثورؒ (م ۲۴۰ھ) کا مسلک تیسری صدی تک رائج رہا۔ البتہ امام داؤد ظاہریؒ (م ۲۷۰ھ) کا مسلک ابن خلدون کی روایت کے مطابق آٹھویں صدی تک رائج تھا۔ ظواہر حدیث ظاہری الفاظ کے مطابق بیان کرتے تھے اور کسی قسم کے اجتہاد اور قیاس کو داخل نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح اسحاق بن راہویہؒ (م ۲۳۸ھ) ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) لیث بن سعد مصریؒ (م ۱۷۵ھ) کا فقہی مسلک بھی رائج تھا۔

یہ تمام فقہی مسالک کچھ عرصہ بعد متروک ہو گئے اور اہل سنت کے دینی مسائل عام طور پر آئمہ اربعہ کے چاروں مذاہب میں محدود ہو گئے۔

امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ امت مسلمہ میں دین، فقہ اور علم اصحاب ابن مسعودؓ، اصحاب زیدؓ بن ثابت، اصحاب عبداللہؓ بن عمر اور اصحاب عبداللہؓ بن عباس کے ذریعے پھیلا۔ اہل مدینہ کا علم اصحاب زیدؓ بن ثابت اور اصحاب ابن عمرؓ سے ہے۔ اہل مکہ کا علم اصحاب ابن عباسؓ سے ہے اور اہلِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عراق کا علم اصحاب ابن مسعودؓ سے ہے (۱) ابن سعود کے شاگرد ابراہیم نخعی کے شاگرد امام ابوحنیفہؒ تھے۔

زیرِ نظر مقالہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے طریق تعلیم کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے باپ دادا کا پیشہ تجارت تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم تاجرانہ ماحول میں ہوئی۔ ایک دفعہ وہ جا رہے تھے تو امام شعبیؒ نے انہیں دیکھا تو پوچھا کیا کرتے ہو؟ فرمایا فلاں کی طرف جا رہا ہوں۔ امام شعبیؒ نے فرمایا: میری مراد بازار نہیں ہے بلکہ علماء سے ملنا ہے فرمایا: ان سے کم ملتا ہوں۔ انہوں نے اس طرف متوجہ کیا اور فرمایا۔ وعلیک بالنظر في العلم ومجالسہ العلماء فاني اُری فیک یقظۃ وحرکۃ (علم اور مجالس علماء کو لازم رکھیں میں آپ میں بیداری اور تحریک دیکھتا ہوں) (۲)۔ آپ پہلے پہل علم کلام کی طرف متوجہ ہوئے پھر فقہ کو مرکز و محور بنایا (۳)۔

ان کے فقہ کی طرف توجہ کرنے کا ایک خاص سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کسی عورت نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے کیونکر دے؟ امام ابوحنیفہؒ نے کہا: حمادؒ سے جا کر پوچھیں۔ پھر یہ کہا کہ حماد جو کچھ بتائیں واپسی پر مجھے بھی بتا دیں۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ حماد بن ابی سلیمان نے کہا ہے اسے اس حالت میں ایک طلاق دے کہ وہ حیض اور جماع سے پاک ہو پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اسے دو حیض آ جائیں پھر جب وہ غسل کر لے تو شادی کے لیے حلال ہو جائے گی اس پر آپ کو فقہ سیکھنے کا خیال آیا اور حماد کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ (۴)

جب حماد بن ابی سلیمان سے فقہ پڑھنے گئے۔ حماد نے کہا روزانہ تین مسائل سیکھا کرو اس سے زیادہ نہ سیکھو۔ امام صاحب نے ان کا مشورہ قبول کیا اور فقہ میں ایسی شہرت حاصل کی کہ ان کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں۔ (۵)

پہلے پہل حماد کی مجلس میں امام ابوحنیفہؒ پیچھے بیٹھتے تھے لیکن استاد نے ذہانت دیکھ کر پہلی صف میں بٹھانا شروع کیا اور پھر ہمیشہ آگے بیٹھتے رہے۔

حمادؒ نے حضرت انسؓ سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فکر سے فقہ کا سلسلہ حماد پر منحصر تھا (۶)۔ امام ابوحنیفہؒ کی تربیت میں کوفہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ شہر اس وقت اسلام کے تمدن کا سرچشمہ تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ۱۷ھ میں اس کی بنیاد رکھی۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ایسا شہر بساؤ جو دار الھجرہ اور قرارگاہ ہو (۷)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمرؓ نے مختلف لوگوں کو وہاں آباد کیا۔ حضرت عمرؓ کوفہ کو رمح اللہ، کنزالایمان، جمجمہ العرب کہتے (۸) (اللہ کا نیزہ، ایمان کا خزانہ، عرب کا سر)۔

صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہزار پچاس شخص اس شہر میں گئے جن میں سے چوبیس وہ بزرگ تھے جو غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے اور کئی لوگوں نے وہاں پر رہائش اختیار کی۔ اس شہر میں بہت سے محدث، مفسر اور فقیہ مشہور ہوئے (۹)۔

مشہور محدث ابو عبداللہ الحاکم کے بیان کے مطابق چوتھی صدی ہجری تک کوفہ میں صحابہ کرام کی درسگاہوں کے نشانات تھے وہ فرماتے ہیں: ''میں کوفہ میں سب سے پہلے ۳۴۱ھ میں داخل ہوا۔ ابوالحسن بن عقبہ شیبانی نے مجھے ایک ایک صحابی کی مسجد دکھائی اور میں ان سب مسجدوں میں گیا۔ اس وقت یہ مسجدیں (مراکز علمی کی حیثیت سے) آباد تھیں۔ ہم نے اپنا ٹھکانہ حضرت جریر بن عبداللہ علی کی مسجد کو بنایا (۹-۱)۔

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ مختلف شہروں کے رہنے والے تھے ان میں سے اکثر تابعین تھے جن کا تعلق کوفہ سے تھا۔ آپ کے اساتذہ میں درج ذیل معروف ہیں (۱۰)۔

سلیمان بن مہرانؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، فقہ میں عطاء بن ابی رباح، ابواسحاق سبیعیل، محارب بن دثار ل، ہشیم بن حبیبؒ، نافع مولی عبداللہ بن عمرؓ، ہشام بن عروہؒ اور سماک بن حربؒ سے حدیث کا سماع کیا۔ امام شعبیؒ سے بھی حدیث سنی۔ انہوں نے مکہ میں حضرت عکرمہ مولی ابن عباسؓ سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرت سالم بن عبداللہؓ سے احادیث روایت کیں۔ امام اوزاعیؒ اور امام مکحولؒ سے سند لی۔ آپ نے امام باقرؒ اور امام جعفرؒ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ نے امام مالکؒ کے حلقہ درس میں بھی حاضری دی اور حدیثیں سنیں۔ حالانکہ آپ امام مالکؒ سے تیرہ سال بڑے تھے۔ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے: ''عن اشھب بن عبدالعزیز قال رایت اباحنیفۃ بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ، قلت: فھذا یدل علی حسن ادب ابی حنیفۃ وتواضعہ مع کونہ اسن من مالک بثلاث عشر سنہ (۱۱) (اشھب بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ میں نے ابوحنیفہؒ کو مالکؒ کے سامنے دیکھا جیسے بچہ باپ کے سامنے ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ابوحنیفہؒ کے ادب اور تواضع کی دلیل ہے ورنہ وہ تو مالک سے تیرہ برس بڑے تھے)۔ امام مالکؒ بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے (۱۲)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عطاء بن ابی رباح (۱۱۵ھ) تک زندہ رہے۔ اس دوران میں امام ابوحنیفہؒ جب بھی مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے ان سے استفادہ کرتے (۱۳)۔

امام ابوحنیفہؒ اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ نے اپنے استاد حماد کی زندگی میں کوفہ میں اپنا الگ حلقہ درس نہ بنایا۔ یہ استاد کی محبت اور ادب کا تقاضا تھا۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حماد کے مکان کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے حالانکہ میرے اور ان کے مکان کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ ہے اور میں ہر اس شخص کے لئے بھی جس سے میں نے سیکھا یا میں نے اس کو سکھایا دعائے مغفرت کرتا ہوں (۱۴)۔

حماد کی وفات (۱۲۰ھ) میں ہوئی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اٹھارہ سال ان کی صحبت میں گزارے (۱۵)۔ خطیب بغدادی نے بھی یہ مدت ۱۸ سال ہی لکھی ہے (۱۶)۔ حماد کی صحبت میں رہ کر ان کو بہت فائدہ ہوا۔ ان کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے (۱۷)۔ کوفہ کے مدرسہ علم فقہ کا جدول اس طرح سے ہے۔

عبداللہ بن مسعود اور علی بن ابی طالب کے درج ذیل شاگرد ہیں:

۱۔ شریح بن حارث الکندی (ت ۷۸ھ)۔

۲۔ علقمہ بن قیس النخعی (ت ۶۲ھ)۔

۳۔ مسروق بن الاجدع الھمدانی (ت ۶۳ھ)

۴۔ الاسود بن یزید النخعی (ت ۹۵ھ)۔

علقمہ بن قیس النخعی کے درج ذیل دو شاگرد ہیں:

۱۔ ابراہیم النخعی (ت ۹۵ھ)

۲۔ عام بن شراحیل الشعبی (ت ۱۰۴ھ)

۱۔ ابراہیم النخعی اور عامر بن شراحیل الشعبی کے شاگرد حماد بن ابی سلیمان (ت ۱۲۰ھ) ہیں

۲۔ حماد بن ابی سلیمان کے شاگرد امام ابوحنیفہؒ (ت ۱۵۰ھ) ہیں۔

۳۔ امام ابوحنیفہؒ کے درج ذیل تین شاگرد بہت مشہور ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ ابو یوسف۔

۲۔ محمد بن حسن شیبانی۔

۳۔ زفر بن ھذیل۔

امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا آپ نے کن کا علم حاصل کیا؟ تو فرمایا: میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے شاگردوں سے علم حاصل کیا(۱۸)۔

قاضی ابو یوسف سے ہارون الرشید نے کہا کہ امام صاحب کے اوصاف بیان کیجئے تو انہوں نے ہارون الرشید کے سامنے امام ابو حنیفہؒ کے اوصاف بیان کیے فرمایا: اے امیر المؤمنین اللہ عز وجل فرماتا ہے: ''مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید'' (کوئی بات منہ سے نہیں نکالتے مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار ہوتا ہے) میرا علم ان کے متعلق یہ ہے:

> وہ نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بچتے تھے۔ اکثر چپ رہتے اور سوچا کرتے کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور ان کو معلوم ہوتا تو جواب دے دیتے اور اگر نا معلوم ہوتا تو قیاس فرماتے اور اس کا اتباع فرماتے۔ اس بات کو دوست رکھتے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے۔ ان کی نافرمانی نہ ہو۔ زمانے کے دنیاداروں سے الگ تھلگ رہتے۔ ان کی دنیاوی عزت کے بارے میں ہمسری کا خیال نہ لاتے۔ علمی باتوں میں ہمیشہ فکر فرماتے۔ بک جھک کرنے والے نہ تھے۔ اپنے نفس اور دین کو بچاتے۔ علم اور دین کو خرچ فرماتے۔ اپنی ذات کے سوا تمام لوگوں سے مستغنی تھے۔ کبھی طمع کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ غیبت سے بہت دور رہتے۔ کسی کو بھلائی کے سوا یاد نہ فرماتے۔ ہارون الرشید نے کہا اچھے لوگوں کے یہی اخلاق ہیں(۱۹)۔

شاگرد سے بڑھ کر استادوں کے متعلق کوئی زیادہ معلومات نہیں رکھتا۔ قاضی ابو یوسف کی صحبت امام ابو حنیفہؒ سے سترہ سال رہی۔ ان کے اخلاق و عادات کے متعلق ان کی یہ شہادت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص امام کے پاس سفارشی خط لایا کہ اس سے حدیث بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ علم کا طلب کرنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ علم کو ضرور بیان کریں اور اسے نہ چھپائیں۔ انہیں نہیں چاہیے کہ سفارش سے علم حاصل کیا(۲۰)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابو حنیفہؒ نے بعض لوگوں سے فرمایا: میں جب لوگوں سے باتیں کر رہا ہوں یا سویا ہوا ہوں یا ٹیک لگائے ہوئے ہوں تو مجھ سے دینی باتیں نہ پوچھنا۔ اس لیے کہ ان وقتوں میں آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی (۲۱)۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کی ایک خصوصیت ان کی حاضر جوابی تھی جو انہوں نے طلباء کو سکھائی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ حاضرین یا اعتراض کرنے والے خود حیران رہ جاتے۔ چنانچہ بچپن میں ایک مجوسی کو لاجواب کیا۔ حدائق الحنیفیہ میں لکھا ہے: امام اعظم طفولیت میں ہی بڑے حاضر جواب اور ذکی و ذہین اور اعلیٰ درجے کے بیدار مغز تھے۔ قیصر روم نے ایک دفعہ قاصد کو مع تحائف و ہدایا کے خلیفہ منصور کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علمائے وقت کو جمع کر کے ان سے تین سوال کرو، اگر وہ ان کا جواب معقول دے دیں تو مال کو ان پر تقسیم کر دو ورنہ مسلمانوں سے خراج طلب کرو۔ خلیفہ نے اپنے زمانے کے تمام علماء و فضلاء اور حکماء کو جمع کیا چنانچہ لوگ کثرت سے مباحثہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے۔ امام ابو حنیفہ بھی اپنے والد ماجد کے ساتھ وہاں چلے گئے جب قاصد نے منبر پر چڑھ کر سوال کیا تو علمائے حاضرین میں سے کوئی جواب دینے کی جرات نہ کر سکا، اس پر امام ابو حنیفہؒ نے اپنے والد سے کہا کہ اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ اس نے اجازت نہ دی، آپ نے ناچار خلیفہ سے کہہ کر اجازت حاصل کی اور منبر کے پاس جا کر قاصد سے کہا کہ چونکہ مجیب کے آگے سائل بمنزلہ شاگرد کے ہوتا ہے اس لئے تو اتر آ تا کہ میں منبر پر چڑھ کر تیرے سوالوں کا جواب دوں۔ قاصد منبر سے نیچے اتر آیا اور آپ نے منبر پر چڑھ کر کہا اب سوال کر، قاصد نے کہا کہ خدا سے پہلے کون تھا؟ آپ نے فرمایا کہ عدد وں کو شمار کر کے بتا کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟ قاصد نے کہا کہ کوئی نہیں، وہی ایک سب سے پہلے ہے۔ پس آپ نے فرمایا: کہ جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کوئی چیز مستحق نہیں ہو سکتی تو پھر واحد حقیقی معنوی سے پہلے کس طرح کوئی شے مستحق ہو سکتی ہے۔ قاصد نے پھر سوال کیا کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟ آپ نے فرمایا: جب مشعل روشن ہوتی ہے تو اس کا منہ کس طرف ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ چاروں طرف برابر ہوتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: کہ جب نور مجازی کی جانب متعین نہیں ہے تو نور حقیقی کی جانب کس طرح ایک طرف ہو سکتی ہے۔ پھر پوچھا کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے کام تو بہت ہیں مگر ان میں سے ایک یہ ہے کہ تجھ کافر کو منبر سے اتار کر مجھ مومن کو بٹھا دیا ہے (۲۲)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بار امام ابوحنیفہؒ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک چند خارجی آ گئے۔انہوں نے کہا ہم آپ سے دو باتیں پوچھتے ہیں، اگر جواب نہ دو گے تو آپ کے دو ٹکڑے کر دیں گے۔آپ نے فرمایا: تلواروں کو میان میں کرلو، میں تم کو جواب دوں گا۔انہوں نے کہا ہم تمہاری گردن کے چمڑے سے میان بنانا ثواب عظیم سمجھتے ہیں۔تلواروں کو میان میں کس طرح کریں؟ آپ نے فرمایا: کہو کیا کہتے ہو؟ وہ کہنے لگے دو شخصوں کے جنازے جائز ہیں یا نہیں؟ ایک شرابی کا اور دوسرا اس عورت کا جس کے اسقاط حمل حرام کی صورت میں موت واقع ہوئی ہو۔دونوں نے توبہ نہیں کی۔خارجیوں کے نزدیک گناہ پر آدمی کافر ہو جاتا ہے۔آپ نے پوچھا وہ کس قوم میں سے ہیں؟ یہود، نصاریٰ یا مجوس؟ تو خوارج نے جواب دیا: مسلمان، تو فرمایا تم نے خود فیصلہ کر دیا، میں کیا جواب دوں؟ انہوں نے کہا کس طرح؟ فرمایا جب تم نے خود اقرار کیا کہ وہ مسلمان تھے تو پھر کافر کیسے ہونگے؟ تمام خارجی لاجواب ہو گئے (۲۳)۔

آپ نے اپنے طلباء میں بھی یہ خصوصیت نمایاں کی جو آپ کی بہتر خصوصیت تھی۔امام صاحب عقل و فہم اور حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھے۔ایک شخص کوفہ میں حضرت عثمانؓ کو یہودی کہتا تھا۔امام صاحب نے اس کے پاس جا کر کہا میں تمہاری لڑکی کے لیے شادی کا پیغام لایا ہو۔لڑکا نہایت شریف، مالدار، حافظ قرآن، سخی اور عبادت گزار ہے، خدا کا خوف رکھتا ہے، نماز روزہ کا پابند ہے۔اس نے کہا میں اس سے کم حیثیت والے شوہر پر راضی تھا لیکن یہ اچھا رشتہ ہے۔امام صاحب نے فرمایا: مگر ایک بات ہے کہ وہ لڑکا یہودی ہے۔اس پر اسے بہت غصہ آیا اور کہنے لگا۔آپ میری لڑکی کی شادی یہودی سے کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: تمہارے خیال کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی یہودی سے کی تھی یہ سن کر اس نے استغفار کیا اور کہا میں توبہ کرتا ہوں اب ایسی بات نہ کہوں گا (۲۴-۱)۔

بعض اوقات لوگ سوالات کرتے تو امام ان کے جوابات اس طرح دیتے کہ لوگوں کو بہت سا علم منتقل ہو جاتا۔امام لیث، امام ابوحنیفہؒ کے سفر حج کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ لوگ ان کو گھیر لیتے وہ فرماتے ہیں ''مجھے ان کے صحیح جواب پر اتنی حیرت نہیں ہوتی تھی جتنی ان کی حاضر جوابی پر ہوتی (۲۴-۲)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ تحمل مزاجی سے لوگوں کو جواب دیتے چنانچہ ان کے شاگرد عبدالرزاق بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حمام فرماتے:''ما رایت احداً قطحنیفة احلم من ابی حنیفة ''(میں نے ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو تحمل مزاج نہیں دیکھا) وہ مزید فرماتے ہیں: میں نے مسجد حرام میں انہیں دیکھا ان کے ارد گرد لوگ تھے۔ایک آدمی نے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فتویٰ دیا۔اس نے کہا اس کے متعلق حسن بصری یہ کہتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ عبداللہؓ بن مسعود یہ کہتے ہیں جو میں نے کہا۔امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: حسن نے غلطی کی اور عبداللہ بن مسعودؓ نے درست کہا۔لوگ شور کرنے لگے (فصا حوابہ)۔وہ اس شخص پر غصے ہو رہے تھے آپ نے ان کو روکا۔خود عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے مسئلہ دیکھا تو ابن مسعود کا قول اس طرح تھا جس طرح ابوحنیفہؒ نے کہا (۲۵)۔

شریک نخعیؒ نے کہا:

کان ابو حنیفة رحمه الله طویل الصمت دائم الفکر قلیل المجادله للناس (۲۶)

ابوحنیفہؒ بہت خاموش رہتے ہمیشہ سوچتے رہتے اور لوگوں سے جھگڑا نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ مسجد کوفہ میں درس دے رہے تھے۔گوشہ مسجد میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام صاحب کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔آپ سنتے رہے اور پڑھاتے رہے۔شاگردوں کو بھی کوئی جواب دینے سے منع کر دیا۔درس کے بعد باہر نکلے تو وہ بھی پیچھے پیچھے چلا۔جب امام صاحب گھر کے دروازے پر پہنچے تو آپ نے اس سے کہا یہ میرا مکان ہے اگر تمہاری بات پوری نہ ہوئی تو آ کر پوری کر لو ڈرنے کی ضرورت نہیں: یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا (۲۷)۔

اگر امام ابوحنیفہؒ کو پتہ چلتا کہ کوئی ان سے حسد کرتا ہے تو اس کے لیے دعا کرتے۔'' اللهم من ضاق بنا صدره فان قلوبنا قد اسعت '(۲۸) (اے اللہ جس کا دل ہماری وجہ سے تنگ ہو۔ ہمارے دل اس کے لیے کھلے ہیں)۔

امام صاحب کے درس میں علماء وفضلاء کی جماعت شریک ہوئی تھی۔دس حضرات ایسے تھے جو حلقہ میں ہر وقت حاضر رہتے۔ان میں چار حضرات زفر بن ھذیلؒ، ابویوسفؒ، اسد بن عمروؒ اور علی بن مسہرؒ فقہ میں ماہر تھے۔اس کے علاوہ عافیہؒ، اودیؒ، داؤد طائیؒ، قاسم بن معن مسعودیؒ، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ، حبان بن علیؒ اور امام حسن شیبانیؒ آپ کے معروف شاگرد ہیں (۲۹)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مرتبہ وکیع بن جراحؒ نے کہا۔ ابوحنیفہؒ کسی دینی معاملہ میں غلطی کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی مجلس درس میں علم وفن کے اہل کمال موجود رہتے ہیں۔ ابو یوسفؒ، زفر بن ھذیلؒ اور محمد بن حسنؒ جیسے عالم قیاس و اجتہاد میں یحیی بن زکریا بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبان بن علیؒ اور معذل بن علیؒ جیسے عالم حدیث کی معرفت وحفظ میں، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰنؒ جیسے اہل علم لغت وعربیت میں، داؤد بن مغیرہ طائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ جیسے اہل علم زہد وتقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ جس شخص کے حلقہ درس میں ایسے اہل علم شریک رہتے ہوں وہ غلطی کیسے کر سکتا ہے (۳۰)۔

یہ تمام لوگ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے ان کے علاوہ عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن الجراحؒ اور امام کا اپنا بیٹا حمادؒ بھی ان کا شاگرد تھا (۳۱)۔

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں مختلف لوگوں کو بعض چیزوں میں تخصص حاصل تھا۔ بعض علم حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ بعض لغت کے ماہر تھے۔ بعض کو فقہ پر عبور تھا اور بعض علوم دین کی مکمل معلومات رکھتے تھے چند کے متعلق درج ذیل ہیں:

یحیی بن سعید القطانؒ (ت ۱۹۸ھ) مشہور محدث تھا۔ ان کو امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں فن رجال پر لکھنے والا پہلا شخص قرار دیا (۳۱-۱)۔ اسی طرح عبداللہ بن مبارکؒ (ت ۱۸۱ھ) مشہور محدث محدثین ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کی کتب میں "المسند کتاب الزہد اور کتاب الجہاد مطبوع ہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ اسی طرح یحیی بن زکریا بن ابی زائدہؒ (ت ۱۸۲ھ) بھی مشہور محدث ہیں جن کی روایات صحاح ستہ میں ہیں۔ اسی طرح وکیع بن الجراحؒ (ت ۱۹۷ھ) یزید بن ھارونؒ (ت ۲۰۶ھ) حفص بن غیاثؒ (ت ۱۹۶ھ) ابوعاصم النبیلؒ (ت ۲۱۲ھ) عبدالرزاق بن ھمامؒ (ت ۲۱۱ھ) اور علی بن مسہرؒ (ت ۱۸۹ھ) سب محدثین ہیں۔ جبکہ داؤدؒ (ت ۱۶۰ھ) صوفی محدث اور فقیہ تھے۔ امام صاحب کے مجلس علمی کے خصوصی رکن قاضی ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) کو فقہ میں کمال حاصل تھا۔ وہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔ ان کی وجہ سے مذہب حنفی کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ فقہ پر عبور کے ساتھ ساتھ ان کو تفسیر، مغازی اور ایام العرب کی بھی معرفت تامہ تھی۔ حسن شیبانیؒ (ت ۱۸۸ھ) ادب ولغت میں بھی ماہر تھے لیکن ان کا میدان فقہ تھا۔ انہوں نے کئی کتب لکھیں۔ قاسم بن معنؒ (ت ۱۸۵ھ) حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام زفرؒ (ت ۱۵۸ھ) کا مقام فقہ میں بہت بلند ہے۔ اسد بن عمرؒ (ت ۱۸۸ھ) فقہ میں معروف تھے۔ عافیہ بن یزید اودیؒ، حبان بن علیؒ (ت ۱۷۲ھ) اور معذلؒ (ت ۱۶۰ھ) بہت بڑے عالم تھے (۳۱-۲)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ شاگردوں کا خیال رکھتے تھے۔ ان کی ضروریات پوری کرتے۔ ایک مرتبہ حاجیوں نے بہت سے جوتے آپ کو تحفے کے طور پر پیش کیے، چند دنوں بعد امام نے اپنے لئے جوتا خریدنا چاہا، لوگوں نے پوچھا کہ تحفے کے جوتے کیا ہوئے؟ آپ نے بتایا کہ ان میں سے ایک جوڑا بھی میرے پاس نہیں۔ میں نے سب اپنے شاگردوں کو دے دیئے ہیں (۳۲)۔

آپ شاگردوں میں سے جس کو تنگ حال دیکھتے اس کی مدد کرتے۔ حسن بن زیاد لولؤیؒ امام صاحب کے خاص شاگرد تھے۔ وہ آپ کی صحبت میں بیٹھنے لگے تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا میری کئی بیٹیاں ہیں جن کے علاوہ میرا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں، اس لئے میں بہت پریشان ہوں۔ امام صاحب نے حسن بن زیادؒ کو بلا کر کہا تمہارے والد نے یہ کہا ہے۔ تم میرے پاس رہو میں نے کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا۔ ساتھ ہی اس کا وظیفہ جاری کر دیا جو ان کے فارغ التحصیل ہونے تک جاری رہا (۳۳)۔

اسی طرح قاضی ابو یوسفؒ کے متعلق ہے کہ ایک دن ان کے والد آئے اور امام صاحب کے حلقہ درس سے اٹھا کر لے گئے اور کہا ابوحنیفہؒ خوشحال آدمی ہے۔ تم تنگ دست ہو ان کی برابری نہ کرو اس کے بعد قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام صاحب کے ہاں آمدورفت ختم کر دی۔ چند دِن کے بعد حاضری دی تو انہوں نے وجہ پوچھی۔ قاضی صاحب نے معاشی تنگی کا ذکر کیا۔ درس ختم ہوا تو انہیں روک کر ایک تھیلی دی اور کہا یہ رقم ختم ہو جائے تو بتا دینا۔ اس طرح کچھ دنوں بعد دوسری تھیلی دے دی اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں سترہ سال تک حضرت امام کی خدمت میں رہا، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ کسی دن غیر حاضر نہیں ہوتا تھا (۳۴)۔

آپ اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ جب امام زفر بن ہذیلؒ آپ کے پاس علم حاصل کر رہے تھے انہوں نے امام صاحب سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ امام صاحب نے ان کی خواہش پوری کی اور خطبہ نکاح میں ان کے بارے میں یہ الفاظ کہے:

هذا زفر بن الهذيل الهذيب وهو امام من آئمة المسلمين وعلم من اعلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الدین فی حسبه و شرفه و علمه(۳۵)

یہ زفر بن ھذیلؒ ہے جو اپنے حسب و نسب، شرافت اور علم کی وجہ سے مسلمانوں کا امام اور دین کا زبردست عالم ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب اپنے شاگردوں کی کتنی حوصلہ افزائی کرتے اور ان کی لیاقت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کرتے۔

آپ شاگردوں کو موقع کے لحاظ سے اچھی اچھی نصیحتیں بھی فرماتے۔ قاضی ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی اور ہم لوگ امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے۔ حاضرین میں داؤد طائی، قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، وکیع بن جراح، مالک بن مغول اور زفر بن ھذیل تھے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تم لوگ میرے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو۔ میں نے تم لوگوں کو "تفقہ فی الدین" میں اس قابل بنا دیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں۔ تم میں سے ہر ایک عہدہ قضاء کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں اللہ اور تمہارے علم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ علم دین کو اجرت اور مزدوری کی ذلت سے محفوظ رکھنا اور اس کو ذریعہ معاش نہ بنانا۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی عہدہ قضاء پر فائز ہو جائے اور اس بارے میں اپنے اندر کوئی کوتاہی یا خرابی پائے جس سے عوام بے خبر ہوں تو اس منصب پر رہنا جائز نہیں۔ اگر مجبوراً اس منصب پر فائز رہے تو عوام سے بے تعلق نہ ہو۔ پانچوں وقت محلّہ کی مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے اور ان کی دینی ضرورت معلوم کرے۔ اگر بیمار پڑ جائے اور مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو تو وظیفہ میں سے غیر حاضری کے دن ساقط کر دے اور جو فیصلہ میں ناانصافی کرے گا اس کا فیصلہ جائز اور قابل قبول نہیں ہو گا(۳۶)۔

امام صاحب کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ فقہی بصیرت و اتقان کے لیے کیا کیا جائے؟ امام صاحب نے فرمایا پوری توجہ اور دل جمعی سے کام کیا جائے۔ اس نے پوچھا اس کی کیا صورت ہے؟ امام صاحب نے کہا دنیاوی مشاغل ختم کر دیئے جائیں۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو گا؟ امام صاحب نے فرمایا "تاخذ الشیء عند الحاجه ولا تزد"(۳۷)(جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اتنی حاصل کرو زیادہ کے چکر میں نہ پڑو)۔

علم کے ساتھ عمل پر بہت زور دیتے چنانچہ ان کی کتاب "العالم والمتعلم" میں انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاگردکوفرمایا:''واعلم ان العمل تبع للعلم کما ان الاعضاء تبع للبصر، فالعلم مع الیسیر نفع من الجھل مع العمل الکثیر'' (۳۸) (جان لیں کہ عمل علم کا تابع ہے جس طرح اعظاء نظر کے تابع ہیں۔کم عمل کے ساتھ علم جہالت سے بہتر ہے جو زیادہ عمل کے ساتھ ہو)۔

اپنے شاگرد قاضی ابویوسفؒ کو آپ نے بہت سی نصیحتیں کیں جن میں چند نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ بادشاہ کے پاس بہت کم آمدورفت رکھنا۔اس سے ہر وقت اس طرح پُرخطر رہنا جیسے آگ سے احتیاط رکھتا ہے

۲۔ کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجد ہو تو اعلانیہ اس کی غلطی کا اظہار کرنا تاکہ اور لوگوں کو اس کی تقلید کی جرات نہ ہو۔اس بات کی کوئی پرواہ نہ کرنا کہ وہ شخص جاہ و جلال رکھتا ہے کیونکہ اظہار حق میں خدا تمہارا مددگار ہوگا اور وہ اپنے دین کا آپ محافظ وحامی ہے۔

۳۔ تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھنا اس سے فراغت پائے تو جائز ذرائع سے دولت حاصل کرنا کیونکہ ایک وقت میں علم و دولت دونوں کی تحصیل نہیں ہوسکتی۔

۴۔ عام اور معمولی لیاقت کے لوگ مناظرہ کرنا چاہیں تو گریز کرو۔

۵۔ خانگی کاروبار، دیانت دار نوکروں کے ہاتھ میں چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ تمہیں اپنے مشاغل کے لئے کافی وقت اور فرصت ہاتھ میں آئے (۳۹)۔

شاگردوں کو علم منتقل کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ استاد ان کو خاص موقعوں پر نصیحتیں کرتا رہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ایسے کسی موقع کو ضائع نہ کرتے۔ چنانچہ مندرجہ بالا نصائح میں سب کے لیے ہدایت ہے اس سے قاضی ابویوسف نے فائدہ اٹھایا اور باقی لوگوں نے بھی اس کو مشعل راہ بنایا۔

علمی حلقے کی اہم خصوصیات:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں علمی فقہی مسائل پر بحث ومباحثہ ہوتا تھا۔اگر عافیہ بن یزید اودی حاضر نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے عافیہ کے آنے تک تم لوگ بحث بند نہ کرو۔اور جب عافیہ آجاتے اور کسی مسئلہ میں موافقت کرتے اور امام صاحب شاگردوں سے کہتے اس مسئلہ کو لکھ لو اور اگر موافقت نہ کرتے تو لکھنے سے منع فرمادیتے (۴۰)۔

اس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ امام صاحب اپنے صاحب علم اصحاب کی آمد کا بھی خیال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے۔ان کی محفل میں مسائل پر پوری بحث ہوتی اور خاص کر جب اس مسئلہ کے متعلق صحیح رائے دینے والے شامل نہ ہوتے تو اس وقت تک مسئلہ زیر بحث رہتا اور پھر ان کی رائے سامنے آجاتی تو لکھ لیا جاتا۔ اہل علم کی رائے کو تسلیم کرنا اہل علم کی عظمت کی علامت ہے۔

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس درس سے گزرا دیکھا کہ ان کے ارد گرد شاگردوں کی جماعت بلند آواز سے بحث ومباحثہ کر رہی ہے۔میں نے کہا آپ ان لوگوں کو مسجد میں شور کرنے سے کیوں نہیں روکتے انہوں نے کہا ''دعهم فان هم لا يتفقهون الا بهذا ''(۴۱)(ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو یہ اسی طرح تفقہ حاصل کریں گے)۔مطلب یہ کہ طلباء کی گفتگو کی کھلی آزادی تھی۔ان کے ماحول میں وسعت تھی۔تنگی نہ تھی اور طلباء خوب گفتگو کرتے تاکہ کھل کر بات سامنے آجائے۔آپ بھی ان کی گفتگو سنتے اور خود طلباء بھی بحث مباحثہ جاری رکھتے۔اس سے ان کے علم کو جلا ملتی۔امام صاحب کی عادت تھی کہ اہم مسائل پر غور وفکر کرتے تھے اور جب تک پوری طرح سے تحقیق نہیں ہو جاتی تھی۔شاگردوں کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے(۴۲)۔

آپ کی مجلس مشاورت کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے ''کوفے کی مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلباء کے لیے ہمیشہ رہتی تھیں'' (۴۳)۔

آپ کے حلقہ درس میں ہر شخص کو آزادی سے گفتگو کرنے کی اجازت تھی۔ایک دفعہ ایک نوعمر نے مسئلہ پوچھا۔امام صاحب نے جواب دیا۔اس نے کہا ابو حنیفہ تم نے جواب میں غلطی کی۔ابو الخطاب جرجانیؒ بھی حلقہ میں شریک تھے۔ان کو غصہ آیا اور حاضرین کو ملامت کی کہ تم لوگ بڑے بے حمیت ہو امام کی شان میں ایک لونڈا جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے۔تم کو ذرا جوش نہیں آتا۔امام صاحب نے ابو الخطاب جرجانیؒ کی طرف خطاب کیا کہ ان لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔میں اس جگہ بیٹھا ہوں تو اس لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ آزادانہ میری رائے کی غلطیاں ثابت کریں اور میں تحمل کے ساتھ سنوں (۴۴)۔

اس سے طلباء میں تحمل مزاجی، مخالف کی رائے سننے کا حوصلہ اور صبر وضبط جیسی صفات پیدا ہوتی تھیں۔ آپ اپنے شاگردوں کا شعور بیدار کرنے اور ان کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی بہت کوشش کرتے اور اپنی انفرادی رائے کا لوگوں کو پابند بھی نہ کرتے بلکہ ان حضرات کی بحث وتمحیص سے جب آخری رائے قائم کرتے تو اس کو اصول وقوانین کی کتابوں میں درج کرا دیتے۔چنانچہ ان کے متعلق لکھا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فوضع ابو حنیفة رحمہ اللہ مذهبه، شوریٰ بینهم لم یستبد فیه بنفسه دونهم اجتهاداً منه فی الدین ومبالغة فی النصیحة للّٰہ ورسوله والمؤمنین فکان یلقی مسئله ویسمع ما عندهم ویقول ما عنده ویناظر هم شهراً او اکثر من ذلک حتی یستقرّ احدا الا قوال فیها ثم یثبتها ابو یوسف فی الاصول حتی اثبت الاصول کلها فاذا کان کذلک کان المذهب الذی وضع شوریٰ بین هؤلاء الائمة اولی واصوب(۴۵)

(امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مذہب ان میں بطور شوریٰ رکھا تھا اور اپنے اصحاب کے بغیر محض اپنی رائے میں وہ مستبد نہ رہتے۔ اور یہ سب کچھ انہوں نے دین میں احتیاط اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے برحث اور مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کے جذبہ کے تحت کیا ہے چنانچہ وہ ان کے سامنے ایک ایک مسئلہ پیش کرتے ان کی رائے سنتے اور اپنا نظریہ بیان کرتے اور ایک ایک مہینہ بلکہ ضرورت پڑتی تو اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اس میں مناظرہ اور مباحثہ کرتے حتی کہ جب کسی ایک قول پر سب کی رائے جم جاتی تو امام ابو یوسف اسے درج کرتے۔ یہاں تک کہ سب اصول انہوں نے منضبط کردیئے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوئی تو وہ مذہب جو ان اماموں کے مشورہ سے بنایا گیا ہو بہتر اور صحیح ہوگا)۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت الکردری نے نقل کی ہے اور لکھا ہے: "ویاتی بدلائل انور من السراج الازهر"(۴۶) (ایسے دلائل لاتے جو روشن چراغ سے زیادہ واضح ہوتے)۔

بعض اوقات اگر امام ابو یوسف جلد بازی سے کام لیتے ہوئے اپنے استاد محترم کی رائے بغیر تنقیح اور تحقیق کے لکھ دیتے تو امام ابوحنیفہؒ ان کو تنبیہ فرماتے:

لا تکتب کل ما تسمع منی فانی قد اری الرای الیوم واترکه غداً واری الرای غداً واترکه فی غده

ہر وہ چیز جو تم مجھ سے سنتے ہو مت لکھا کرو کیونکہ اگر میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو کل چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی رائے پرسوں ترک کردیتا ہوں۔

عبداللہ بن نمیرؒ کے حوالہ سے موفق نے لکھا ہے:

امام صاحب جب بیٹھتے تو ان کے اردگرد ان کے اصحاب بیٹھ جاتے جن میں قاسم بن معنؒ، عافیہ بن یزیدؒ، داؤد طائیؒ، زفر بن ہذیلؒ اور اس قسم کے دوسرے لوگ ہوتے۔ اس کے بعد کسی مسئلہ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذکر چھیڑا جاتا پہلے امام کے تلامذہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق بحث کرتے یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو جاتی۔ جب باتیں بہت بڑھ جاتیں تب آخر میں امام اپنی تقریر شروع کرتے۔ اس وقت لوگ خاموش ہو جاتے اور جب تک امام تقریر فرماتے کوئی کچھ نہ بولتا (۴۸)۔ یہی روایت ابن حجر مکیؒ نے نقل کی ہے (۴۹)۔

اس قسم کی رپورٹ ابو سلیمان جوزجانیؒ سے بھی منقول ہے وہ کہتے تھے:

'جب ابوحنیفہؒ اپنی تقریر شروع کرتے تو سب چپ ہو جاتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی مجلس میں موجود ہی نہیں۔ حالانکہ اس مجلس میں بڑے بڑے کہنہ مشق حاضر رہتے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ امام کی اس مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ کی عادت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ سے مناظرہ کرتے، تلامذہ کبھی تو امام کی بات مان لیتے اور کبھی امام کے دلائل کے مقابلہ میں اپنی دلیلیں پیش کرتے (۵۰)۔

مناظرہ کا لفظ ہمارے ہاں جس معنی میں مستعمل ہے کہ دو فرقوں یا مذہبوں کے عالم ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے دلیلیں دیتے ہیں۔ مگر مد مقابل کی بات کو نہیں مانتے مگر اس زمانے میں مناظرے سے مراد گفتگو تھی جو کسی مسئلے پر اہل علم آپس میں کرتے اور آخر میں کسی متفقہ نتیجے پر پہنچتے تھے۔

یہ آزادی امام ابوحنیفہؒ نے خود ان لوگوں کو عطا کی وہ خود فرماتے کہ میں نے ان کو اس کا عادی بنا دیا ہے۔ علی بن مسہرؒ جو امام صاحب کی اس مجلس وضع قوانین کے ممتاز رکن ہیں ان کا بیان ہے:

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں چند حدیثوں کے متعلق بحث ہو رہی تھی کہ ان کی اسناد کیا ہیں؟ علیؒ کا بیان ہے کہ اتفاق سے ان کی اسناد مجھے معلوم تھیں۔ میں نے عرض کیا تو امام اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔' احسنت یافتی بجلہ' (۵۱) (شاباش بجلہ کے جوان)۔ بجلہ ان کے قبیلہ کا نام تھا (۵۲)۔

علم کے میدان میں جس سے جو چیز مل جاتی اس کو لینا اپنی ہتک نہ سمجھتے بلکہ خندہ پیشانی سے قبول کرتے۔

حضرت امام اعمشؒ نے ان کی مجلس شوریٰ کے خصوصی طریقہ کار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"اذا وقعت لھم مسئلہ یدیرونھا حتی یضیئنھا" (۵۳) (جس اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کو آپس میں خوب بحث کرتے یہاں تک کہ اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کو روشن کر لیتے)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وضع قوانین کا سلسلہ آپ کی زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ چنانچہ عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں:

کتبت کتب ابی حنیفة غیر مرة کان یقع فیھا زیادات فاکتبھا(۵۴)

میں نے ابوحنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ دفعہ نقل کی ہیں ان کتابوں میں اضافے ہوجاتے تھے تو ان کو بھی لکھ لینا پڑتا تھا۔

اس پر ردوبدل کا سبب یہ تھا کہ بعض اوقات کوئی حدیث مل جاتی تو رائے بدل لیتے یا کوئی اور پہلو روشن ہوجاتا۔ بعض اوقات اس مسئلہ کی مزید تفصیلات نقل کرلیتے۔

مختلف لوگوں نے مسائل کی تعداد مختلف لکھی ہے۔ ملاعلی قاریؒ نے تراسی ہزار لکھی ہے(۵۵)۔ شبلی نعمانیؒ نے دو کتابوں کے حوالے سے ان مسائل کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے زائد لکھی ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ کا بیان ہے کہ اس مجلس کے سامنے حیض کے متعلق ایک مسئلہ پیش ہوا۔ " **فخاضوا فیھا ثلاثة ایام بالغداة والعشی** "(۵۶) (ارکان مجلس تین دن تک صبح وشام اس پر غوروخوض کرتے رہے)۔

یہ مجلس قانون ساز ۱۲۰ھ سے ۱۵۰ھ تک قائم رہی جس کا کل عرصہ ۳۰ سال یعنی ۳۶۰ ماہ بنتا ہے اس طرح ایک ماہ کیلئے ۳۵۹۰ مسائل بنتے ہیں اور ایک دن کیلئے تقریباً ۱۱۹ مسئلے ہیں اوسطاً اتنے مسائل کا غوروخوض کے بعد طے ہوجانا نہایت انگیز ہے۔

ان کی مجلس قانون ساز کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ امام ابوحنیفہؒ ایسے مسائل کے بارے میں بھی سوچتے جو ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوتے تھے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ خود فرماتے ہیں ''علم والوں کو چاہیئے کہ جن باتوں میں لوگوں کو مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کے حل کے لیے وہ پہلے سے آمادہ ہوجائیں۔ واقع ہونے سے پہلے ان سے بچنے کی جو صورتیں ہیں ان کو سوچ لینا چاہیے اور واقع ہوجائیں تو اس وقت کوئی ایسی چیز نہیں ہونا چاہیے جس سے لوگ پہلے سے واقف نہ ہوں۔ بلکہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان امور میں کسی کو مبتلا ہونا پڑے تو شرعاً ابتلاء کے وقت کیا کرنا چاہیے اور مبتلا ہونے کے بعد شریعت نے اس سے گلو خلاصی کی کیا صورت بتائی ہے(۵۷)۔

قیس بن ربیع جیسے مشہور محدث نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ان سے پوچھنے پر فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعلم الناس بما لم یکن(۵۸)

جو حوادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے ان کے متعلق احکام کے وہ سب سے بڑے عالم تھے۔

گویا یہ ان کی مجلس علمی کی امتیازی خصوصیت تھی کہ جن مسائل کے ابھی پیش ہونے کا امکان نہ ہوتا وہ اس پر بھی غور وخوض اور بحث مباحثہ کراتے تا کہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو ان کا حل لوگوں کے پاس موجود ہو۔ دیگر فقہی مذاہب میں ایسا نہ تھا۔ جو کچھ ہو جاتا وہ اس پر غور کرتے اور فتویٰ دیتے بلکہ بعض فقہاء و محدثین اس بات کو ناپسند کرتے کہ جو ہوا نہیں اس کے متعلق غور وخوض کیوں کریں۔

آپ قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر استنباط مسائل کرتے۔ حدیث کی قبولیت میں ان کا خاص مسلک تھا کہ وہ شرائط میں متشدد تھے۔ آپ نے فرمایا: میں تو قرآن وحدیث کو لیتا ہوں۔ پھر اقوال صحابہ میں سے جس کا قول چاہوں لے لیتا ہوں لیکن جب معاملہ ابراہیم النخعیؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ، محمد بن سیرینؒ اور سعید ابن مسیبؒ پر آتا ہے تو میں اس طرح اجتہاد کرتا ہوں "فلی ان اجتھد کما اجتھدوا(۵۹)۔

اس طرح کا ایک اور قول ابوعصمہؒ کے حوالے سے امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے(۶۰)۔

احمد امین مصریؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے "بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ لوگوں کے سامنے ایسا مذہب لائے ہیں جس میں رائے اور قیاس کے کثرت استعمال کی وجہ سے عقل کو آزادی ہے(۶۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ نے فکر کی تحریک (حرکیہ فکریہ) پیدا کی (۶۲)۔

شاہ ولی اللہؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے طریق علم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حضرت علیؓ کے قضایا فتوے اور قاضی شریح کے قضایا اور فیصلے اور کوفہ کے دیگر قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اس سے حسب توفیق الٰہی مسائل فقہ جمع کیے (۶۳)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنی فقہی مہارت اور تعمق نظر کے باوجود فتوی دیتے وقت فرماتے تھے "ھذا رای النعمان ابن ثابت یعنی نفسه وھو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء نا باحسن منه فھو اولی بالصواب" (۶۴) (یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے یعنی ان کی ذاتی' یہ بقدر استطاعت بہتر رائے ہے جو اس سے بہتر رائے لائے اسے مان لینا چاہیے)۔ شاہ ولی اللہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل فرمایا: "لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی" (جسے میری دلیل کا علم نہ ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرے قول پر فتویٰ نہ دے)(۶۵)۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:"ما تکلم ابو حنیفة بشیء الا بحجة من کتاب اللہ او سنة نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم"(۶۶)(امام ابوحنیفہ قرآن مجید یا حدیث نبوی کی دلیل سے گفتگو فرماتے تھے)۔

حسن بن صالح کہتے ہیں:"کان النعمان بن ثابت فهما عالما متثبتاً فی علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعده الی غیره"(۶۷)(نعمان بن ثابت فہیم عالم تھے اپنے علم میں ثابت تھے جب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ملتی تو کسی اور طرف نہ جاتے)۔

امام ابوحنیفہؒ حدیث صحیح کے مقابلے میں قیاس کو کوئی وقعت نہ دیتے۔ حدیث میں ہے روزے میں بھول کر کھا پی لے تو قضا نہیں آتی۔ چنانچہ اس کے متعلق امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کیا"لو لا ما جاء فی هذا من الاثار لامرت بالقضاء"(۶۸)(اگر اس بارے میں آثار موجود نہ ہوتے تو میں قضا کا حکم دیتا)۔

امام ابوحنیفہؒ کو تدوین فقہ کا مؤسس کہا جاتا ہے۔ آپ سے پہلے جتنے مسائل فقہ مدون ہوتے تھے وہ فن کی حیثیت نہ رکھتے۔ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں فقہی معاملات کے احکام ایسے ابتدائی حالت میں تھے کہ متمدن اور تہذیب یافتہ ملک کے لیے ناکافی تھے۔ نہ معاہدات اور نہ احکام کے قاعدے منضبط تھے۔ نہ دستاویزات کی تحریر کا کوئی اصول تھا۔ نہ ادائے شہادت کا کوئی طریقہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چیزوں کو قانون کی شکل دی(۶۹)۔

امام ابوحنیفہؒ کا معمول یہ تھا کہ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے۔ دور دور سے استفتاء آتے ہوتے تھے۔ ان کے جواب لکھتے پھر تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔ بڑے بڑے شاگردوں کا مجمع ہوتا جو مسائل اتفاق رائے سے طے ہوتے انہیں قلم بند کراتے۔ نماز ظہر پڑھ کر گھر آتے۔ گرمیوں میں ہمیشہ ظہر کی نماز کے بعد سوتے۔ نماز عصر کے بعد کچھ دیر تک درس و تدریس کا مشغلہ رہتا باقی وقت دوستوں کو ملنے ملانے، بیمار پرسی کرنے، تعزیت کے لیے جانے اور غریبوں کی خبر گیری کرنے میں صرف ہوتا۔ مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو عشاء تک رہتا۔ نماز عشاء پڑھ کر نفلی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ موسم سرما میں بعض اوقات مغرب کے بعد مسجد میں سو جاتے اور دس بجے اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھتے پھر رات دور و وظائف میں گزارتے۔ کبھی کبھی مکان پر تمام دینی مشاغل انجام دیتے(۷۰)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض اوقات بحث و مباحثہ طول پکڑ جاتا چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔" التقی ابو حنیفة والاوزاعی بمکة وکان بینھما اجتماع فرایته یجاری ابا حنیفة"(۷۱)(امام ابوحنیفہؒ اور اوزاعیؒ مکہ مکرمہ میں ملے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہؒ سے بحث و مباحثہ کرتے رہتے)۔

الموفق نے مکہ مکرمہ کے مشہور امام ابن جریجؒ کے متعلق لکھا ہے:

بینه وبین ابی حنیفة مناظرات(۷۲)

ان کے اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان مناظرے ہوتے تھے۔

اس طرح امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ہے کہ وہ دونوں ایک دفعہ عشاء کی نماز سے لیکر صبح کی نماز تک مذاکرہ و مناظرہ میں مصروف رہے(۷۳)۔

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس قانون ساز کا مقصد لوگوں کو عبادات اور معاملات، خاص کر کاروباری لحاظ سے لوگوں کو دستور العمل دینا تھا(۷۴)۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو بالخصوص سامنے رکھا جاتا۔ چنانچہ ان کے شاگردوں کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا دستور تھا کہ مجلس میں جس وقت بحث و مباحثہ شروع ہوتا تو بار بار بیچ میں ان کی زبان سے یہ قرآنی آیت ادا ہوتی: ''فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ''(۷۵)(میرے ان بندوں کو خوشخبری دو جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں) اور پھر اجتہادی مسائل کے متعلق فرماتے 'ھذا احسن ما قدرنا علیه'' (۷۶)(یہ وہ بہترین رائے ہے جس کی ہم استطاعت رکھتے تھے)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ ہر مجلس کے خاتمے پر تلامذہ کو خطاب فرماتے اور ان الفاظ کے ساتھ رخصت کرتے'' خدا تم لوگوں کو باہمی اخوت، برادری اور ایمان کے رشتے میں مضبوط فرمائے اور تمہیں باہمی محبت والفت میں اور اپنی رحمت میں شریک فرمائے اور تمہارے دلوں کو علم اور قرآن سے صحت مندی عطا فرمائے(۷۷)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اپنے طلباء کا نفسیاتی علاج بھی کرتے تاکہ ان میں تکبر پیدا نہ ہو۔ ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ کے دل میں خیال آیا کہ وہ اپنا حلقہ قائم کریں۔ امام صاحب نے یہ محسوس کر کے ایک طالب علم کو ایک مسئلہ پوچھنے ان کے پاس بھیجا۔ مسئلہ یہ تھا کہ ایک رنگریز کو کپڑا دیا گیا۔ اس نے واپس نہ کیا پھر اصرار کرنے پر دے دیا۔ قاضی ابو یوسفؒ سے پوچھا گیا کہ وہ اجرت کا مستحق ہے یا نہیں؟ انہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے پہلے اس کو مستحق کہا پھر انکار کیا۔ آخر امام صاحب نے بتایا کہ اگر اس نے غصب کرنے سے پہلے رنگ کیا تو اس کو اجرت دی جائے اگر بعد میں غصب کیا تو اجرت نہ دی جائے۔ یہ مسئلہ پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ امام ابو یوسفؒ کو پتہ چل جائے کہ انہیں ابھی مزید علم کی ضرورت ہے (۷۸)۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم وتدریس کے لئے ایک خاص ذوق اور منہج انہوں نے ڈویلپ کر لیا تھا اور وہ اسی منہج پر اصرار کرتے تھے، غالباً ان کے خیال میں یہی طریق تدریس ایسا تھا جس سے لوگوں کی ذہنی اور علمی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے اور طالب علم بہت کم عرصے میں استدلال واستنباط کے فرق، تجزیہ وتحلیل اور اس کے ذریعہ صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی اہمیت اور صلاحیت پیدا کر لیتا ہے۔

آپ نے مرکز علمی میں آنکھ کھولی ان کے ساتھی اور شاگردوں نے مستند علماء سے علم حاصل کیا آپ استاد اور شاگرد کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کے شاگرد اور ساتھی بہت سے علوم کے ماہر تھے۔ علم کے لحاظ سے اگر کسی اور سے استفادہ کرنے کی ضرورت پڑتی تو عیب نہ سمجھتے بلکہ اس کی تعریف کرتے۔ ان کی مجالس علمی ہوتی تھیں جن سے ہر قسم کے لوگ استفادہ کرتے۔ مجالس میں کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کی جاتی۔ خود بلا کے ذہین تھے۔ آپ فقہ کی تدوین کے مؤسس اوّل ہیں۔

کثیر تلامذہ کا ہجوم ان کے پاس ہوتا جنہوں نے خداداد صلاحیتوں سے فقہ حنفی کو بام عروج تک پہنچایا۔ انہوں نے مجلس علمی کی اساس شوریٰ پر رکھی۔ علماء اور طلباء سے تبادلہ افکار بھی کرتے۔ آپ طلباء کو حوصلہ افزائی فرماتے۔ ان کے شاگرد ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج بہت معروف ہے۔ اسی طرح امام محمدؒ نے مکمل فقہ حنفی کو مرتب کیا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی نئی چیز وضع نہیں کی بلکہ ان کی فقہ کی اصل بنیاد قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ پر ہے۔ ان مصادر سے مدد نہ ملتی تو اجتہاد کرتے اور امکانی مسائل پر غور کرتے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ موقع کے لحاظ سے طلباء کو نصیحتیں کرتے۔ طلباء کو سند فراغت پر نصیحت بھی کیا کرتے اپنے طلباء میں علم کو منتقل کرنے کے لیے نفسیاتی طریقے بھی استعمال کرتے۔ ان کی ذہنی صلاحیتوں کو دیکھتے۔ وقت کی پابندی کرتے۔ ان کے جذبات کا احترام کرتے اپنی ذاتی رائے پر اڑے نہ رہتے۔ تحمل مزاجی سے کام لیتے، صبر واستقامت کے پہلو کو سامنے رکھتے۔ علم میں انکساری برتتے۔ مخالف کی رائے سننے کا حوصلہ پیدا کرتے۔ حکومت کے ساتھ تعلقات کو ایک خاص نہج تک رکھنے کا مشورہ دیتے۔ بحث و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مباحثہ طول پکڑ جاتا تو بھی بحث میں شامل رہتے۔ اہل علم کا خیال کرتے۔ علمی مباحث میں حاضر جوابی کا مظاہرہ کرتے تکبر سے پیش نہ آتے۔ اپنی مجلس مین اہل علم کا لحاظ کرتے۔ اپنے زمانے کے اہل علم سے بحث بھی جاری رکھتے۔ مرکز علم مکہ مکرمہ میں جاتے تو اساتذہ کے ساتھ رابطہ رکھتے اور علمی مجالس برپا کرتے فتاویٰ نویسی کا کام بھی جاری رکھتے طلباء کو گفتگو کا موقع دیتے۔ دنیاوی اغراض سے دور رہتے اور طلباء کو بھی دنیوی معاملات سے بے نیاز رہنے کی تلقین کیا کرتے۔ اگر کسی کی رائے ان کے موقف کے خلاف ہوتی بھی تو برا نہ مناتے۔ خواہ وہ کتنی غلط کیوں نہ ہوتی۔ بلکہ حکمت سے جواب دیتے۔ علم دین سکھانے کی اجرت یا مزدوری کے قائل نہ تھے۔ طلباء کو نصیحت کرتے کہ اگر کوئی عہدہ قضا پر فائز ہو جائے اور اس سے کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہو جائے جس کا عوام کو علم ہو تو وہ اس عہدے سے استعفیٰ دے دے۔

علم کو ہر چیز پر مقدم رکھتے۔ علم کے ساتھ عمل پر بہت زور دیتے۔ حکمرانوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور بدعتی سے اجتناب کرنے کا سبق دیتے۔ بے مقصد بحث سے بچنے کی تلقین کرتے۔

عصرِ حاضر میں جو علمی، فکری اور ذہنی انتشار نظر آتا ہے اس کے سدّ باب کے لیے امام ابوحنیفہؒ کے طریق تعلیم سے استفادہ کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کے ارشادات اور ان کی تعلیمات سے استفادہ کیا جائے تو قرآن وحدیث کے بعد یہ ہمارے لیے بہترین ماخذ کا کام دے سکتے ہیں اور ان سے ہم رہنما اصول اخذ کر سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱۔ ابن القیم الجوزیہ، اعلام الموقعین (دار الحدیث، القاہرہ) ۱/۶۔
۲۔ محمد بن یوسف الصالحی، عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان (مکتبہ الشیخ بہادر آباد کراچی) ۱۶۰-۱۶۱۔
۳۔ احمد امین مصری، ضحیٰ الاسلام (دار الکتاب العربی بیروت) ۲/۳۳۳۔
۴۔ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد (دار الکتاب العربی، بیروت) ۱۳/۳۳۳۔
۵۔ مناقب ابی حنیفۃ واصحابہ ص۶، بحوالہ قاضی اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ (ادارہ اسلامیات لاہور، طبع اوّل ۱۹۹۰ء) ص۴۲-۴۳۔
۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان (مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) ص۴۲۔
۷۔ سیرۃ النعمان، ص۴۴۔
۸۔ سیرۃ النعمان، ص۴۴-۴۵۔
۹۔ ایضاً۔
9-i۔ الحاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، معرفہ علوم الحدیث (دار الآفاق الجدیدہ، بیروت الطبعۃ الرابعۃ ۱۹۸۰ء) ص۱۹۱-۱۹۲۔ کوفہ ابتداء سے ہی علم کا مرکز رہا
۱۰۔ سیرۃ النعمان، ۴۶-۶۵۔
۱۱۔ الذہبی، ابوعبداللہ شمس الدین محمد، تذکرۃ الحفاظ (دائرہ المعارف العثمانیہ) الطبعۃ الثالثہ، ۱۹۵۶ء) ۱/۲۰۹۔
۱۲۔ سیرۃ النعمان، ص۶۰۔
۱۳۔ سیرۃ النعمان، ص۶۷۔
۱۴۔ جواھر البیان (ترجمہ الخیرات الحسان لشھاب الدین احمد حجر مکی) مترجم ظفر الدین رضوی (مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، طبع دوم ۱۳۸۹ھ) ص۱۴۲۔
۱۵۔ ضحیٰ الاسلام، ۱/۱۸۲۔
۱۶۔ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۳۔
۱۷۔ عقود الجمان، ص۱۸۳۔
۱۸۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۴۔
۱۹۔ جواھر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص۱۴۲-۱۴۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۰۔ جواھر البیان، ص ۱۴۸۔

۲۱۔ جواھر البیان، ص ۱۴۸-۱۴۹۔

۲۲۔ فقیر محمد جہلمی، حدائق حنفیہ (مکتبہ حسن سہیل لاہور، طبع چہارم) ص ۶۸-۶۹۔

۲۳۔ حدائق حنفیہ، ص ۶۹۔

۲۴۔i۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۶۴۔

۲۴۔ii۔ موفق بن احمد المکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ (مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۷ھ) ۱/۱۶۷۔

۲۵۔ ابن عبد البر، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء (مکتبہ القدسی القاہرہ ۱۳۵۰ھ) ص ۱۳۵۔

۲۶۔ ایضاً ص ۱۳۱۔

۲۷۔ عقود الجمان، ص ۲۹۱۔

۲۸۔ الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳/۳۵۲۔

۲۹۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۲۴۵۔

۳۰۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۲۴۷۔

۳۱۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۲۵، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ، ۱/ص ۴۶۔

۳۱۔i۔ الذہبی، مقدمہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال (المکتبہ الاثریہ سانگلہ ھل شیخوپورہ، طبع اوّل ۱۹۶۳ء) ۱/۱۔

۳۱۔ii۔ سیرۃ النعمان، ص ۳۱۹-۳۵۶۔

۳۲۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۵۰ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۵۔

۳۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۳۲ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۴۔

۳۴۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۹۲-۹۳ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۵۔

۳۵۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۷ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۵-۶۶۔

۳۶۔ مناقب ابی حنیفۃ واصحابہ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۷۸۔

۳۷۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۸ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۶۔

۳۸۔ العالم والمتعلم روایۃ ابی مقاتل عن ابی حنیفۃ (تحقیق محمد زاہد الکوثری استنبول ترکی ۱۹۹۲ء) ص ۱۳۔

۳۹۔ سیرۃ النعمان، ص ۱۱۱-۱۱۱۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۰۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۵۰ بحوالہ اطہر مبارکپوری، سیرت آئمہ اربعہ، ص ۶۳۔

۴۱۔ جواہر البیان، ص ۱۴۲۔

۴۲۔ الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ (دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۸۰ء)
ج ۲، ص ۱۴۔

۴۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، امام ابوحنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی (کراچی) ص ۵۳۔

۴۴۔ سیرت النعمان، ص ۹۲-۹۳۔

۴۵۔ موفق، منافق الامام الاعظم ۲/۱۳۳-۱۳۴۔

۴۶۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۱/۵۔

۴۷۔ زیلعی، جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف، مقدمہ نصب الرایہ (دار المامون،
القاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۹۳۸ء) ۱/۳۸۔

۴۸۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۲/۱۴۰۔

۴۹۔ جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۱۴۴۔

۵۰۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۱/۹۰۔

۵۱۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۲/۲۱۸۔

۵۲۔ بحوالہ سابق، ص ۲۱۰۔

۵۳۔ الکردری، محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری، مناقب
الامام الاعظم (مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۷ھ) ۲/۳۔

۵۴۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۲/۶۸۔

۵۵۔ ملا علی قاری، ذیل الجواہر، ۲/۴۷۲ بحوالہ سرفراز خان صفدر، مقام ابی حنیفۃ
(مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۷ھ) ۲/۳۔

۵۶۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۲/۵۴۔

۵۷۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۱/۶۰۔

۵۸۔ موفق، مناقب الامام الاعظم، ۱/۹۰

۵۹۔ ابن عبدالبر، الانتقاء فی فضائل ثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ۱۴۳، عقود الجمان، ص ۱۷۲، اسی طرح
امام ابوحنیفہؒ کی عقائد بھی دیگر اہل سنت آئمہ کی مانند ہیں۔ ملاحظہ ہو امام ابوحنیفہؒ،
فقہ الاکبر (ادارہ اشاعت اسلام لاہور، طبع اوّل ۱۹۹۷ء)۔

۶۰۔ ابن عبدالبر، الانتقاء، ص ۶۳، ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ، محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ابوحنیفۃ النعمان ومذھبہ فی الفقہ القاھرہ،۱۹۵۶م) ص ۶۳۔

۶۱۔ احمد امین، ضحیٰ الاسلام،۲/۱۹۲-۱۹۳(دارالکتاب العربی، الطبعۃ العاشرۃ)۔

۶۲۔ ضحیٰ الاسلام،۲/۱۹۶۔

۶۳۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (المکتبہ السلفیہ لاہور، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۵ھ/۱۹۹۵م)
۱/۱۴۵۔

۶۴۔ حجۃ اللہ البالغہ،۱/۱۵۷۔

۶۵۔ حجۃ اللہ البالغہ،۱/۱۵۷۔

۶۶۔ عقود الجمان، ص ۱۷۵۔

۶۷۔ الانتقاء، ص ۱۲۸۔

۶۸۔ کتاب الحج امام محمد بحوالہ سیرۃ النعمان، ص ۱۹۷۔

۶۹۔ سیرۃ النعمان، ص ۲۷۴۔

۷۰۔ سیرۃ النعمان، ص ۹۹-۱۰۰۔

۷۱۔ موفق، مناقب الامام الاعظم،۲/۲۷۔

۷۲۔ موفق، مناقب الامام الاعظم،۱/۸۷۔

۷۳۔ موفق، مناقب الامام الاعظم،۲/۱۶۴۔

۷۴۔ موفق، مناقب الامام الاعظم،۲/۲/۴۷۔

۷۵۔ قرآن مجید، الزمر، ص ۱۷-۱۸۔

۷۶۔ مناظر احسن گیلانی، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی (نفیس اکیڈمی کراچی، طبع پنجم
۱۹۶۸ء)، ص ۲۱۳۔

۷۷۔ موفق، مناقب الامام الاعظم،۱/۲۵۴۔

۷۸۔ الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ،۲/۴۱۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com